عہدِ سر سید مسلمانانِ ہند کی تاریخ میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اسی عہد میں مغلیہ سلطنت کا سورج غروب ہوا اور ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستانی ایک نئی صورتِ حال سے دوچار ہوئے۔ خاص طور سے مسلمانوں کے لیے یہ پُر آشوب دور تھا۔ حکومت چھن چکی تھی۔ قدیم نظام پارہ پارہ ہو چکا تھا اور ایک نئے دور کا آغاز ہوا چاہتا تھا۔ اس دور میں سر سید نے مسلمانوں کی فکری رہنمائی کا منصب قبول کیا۔ انھوں نے مسلمانوں کو نئے عہد کے تقاضوں سے باخبر کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ سر سید کی ان ہی کوششوں کو ہم علی گڑھ تحریک یا سر سید تحریک کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ کثیر المقاصد تحریک تھی جس نے ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کیا۔ بنیادی طور سے یہ ایک اصلاحی تحریک تھی۔ لیکن اس تحریک نے اردو زبان و ادب کی ترقی و اشاعت میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اس عہد میں موضوع اور اسلوب دونوں لحاظ سے اردو نثر کو فروغ حاصل ہوا۔ سر سید نے بار بار اس بات پر زور دیا کہ ہمیں نئے نئے موضوعات اور مضامین پر اظہار خیال کرنا چاہیے۔ انھوں نے مضمون نگاری کی اہمیت بتائی۔ خود بھی مضامین لکھے اور اپنے رفقا کو بھی مضمون نگاری کی طرف مائل کیا۔ اس کے علاوہ اس دور میں ادبی موضوعات پر مستقل تصانیف کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ ان میں سے ایک سوانح نگاری بھی ہے۔

اردو میں عہدِ سر سید سے قبل باقاعدہ سوانح نگاری نظر نہیں آتی ہے۔ تذکروں میں شعرا کے حالاتِ زندگی ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ محمد حسین آزاد کی ''آبِ حیات'' (۱۸۸۱ء) میں شخصی مرقعے نظر آتے ہیں۔ لیکن باقاعدہ سوانح نگاری حالی اور شبلی سے شروع ہوتی ہے۔

حالی اردو کے پہلے سوانح نگار ہیں۔ جنھوں نے جدید طرز کی سوانح عمری کی بنیاد ڈالی۔ ان کی تین سوانح عمریاں ''حیاتِ سعدی'' (۱۸۸۶ء)، ''یادگارِ غالب'' (۱۸۹۶ء) اور ''حیاتِ جاوید'' (۱۹۰۱ء) یکے بعد دیگر شائع ہوئیں۔ انھوں نے ان سوانح عمریوں کو لکھ کر اردو ادب میں سوانح نگاری کو فروغ دیا۔ اور یہ سوانح عمریاں ایک خاص نقطۂ نظر کے تحت لکھی گئیں۔ یہ تینوں سوانح عمریاں سوانح نگاری کے لیے مکمل نمونہ تو نہیں بن سکتیں، لیکن ایک بلند معیار سوانح نگاری کے لیے راستہ ضرور ہموار کرتی ہیں۔ حالی

کے اثر سے سوانح نگاری صرف واقعات کے دائرے تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ انسانی زندگی اور اس کے مختلف پہلوؤں کی آئینہ دار بن گئی۔ اس کے علاوہ ان سے حالیؔ کے تنقیدی شعور کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

عہدِ سرسید کے دوسرے بڑے سوانح نگار شبلیؔ ہیں۔ انھوں نے تاریخ اسلام کی مقتدر ہستیوں کو اپنا موضوع بنایا۔ المامون (۱۸۸۹ء)، سیرۃ النعمان (۱۸۹۳ء)، حیاتِ خسرو (۱۸۹۶ء)، سعدی شیرازی (۱۸۹۶ء)، الفاروق (۱۸۹۸ء)، الغزالی (۱۹۰۲ء)، سوانح مولانا روم (۱۹۰۲ء)، سیرۃ النبی ﷺ (۱۹۱۰ء)، وغیرہ ان کی قابلِ ذکر سوانح عمریاں ہیں۔ انھوں نے ان سوانح عمریوں سے ''ہیروز آف اسلام'' کا سلسلہ شروع کیا اور اسلامی روایت وتہذیب کے نمائندوں کے کارناموں کو ایک تحریک بنا کر پیش کیا۔

عہدِ سرسید کی بعض دیگر سوانح عمریاں بھی قابلِ ذکر ہیں۔ خود سرسید نے اپنے نانا خواجہ فرید الدین کی سوانح ''سیرتِ فریدیہ'' (۱۸۹۶ء) لکھی تھی۔ اس کے علاوہ اس دور کی ایک اور اہم سوانح عمری مولوی عبد الرزاق کانپوری کی ''البرامکہ'' (۱۸۹۷ء) ہے۔ اس سوانح عمری کے ذریعے مولوی عبدالرزاق کانپوری نے خاندانِ برامکہ کا نام اور ان کے فضل وکمال سے قوم میں ایک عمدہ تحریک پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس کتاب کے لیے انھوں نے خاندانِ برامکہ کے تین ہیروز یحییٰ، فضل اور جعفر برمکی کو منتخب کیا ہے۔ لیکن یہ کتاب صرف ان تینوں کی سوانح حیات پر مشتمل نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ ایران کی قدیم عظمت کی کہانی، عہدِ عباسی کے تمدن وتہذیب کی جیتی جاگتی تصویر کشی بھی ہے۔

تاریخی، ادبی اور علمی لحاظ سے یہ تمام سوانح عمریاں قابلِ قدر ہیں۔ اس دور کی سوانح عمریوں کے مطالعے سے اس عہد کے مسلمانوں کی ذہنی وفکری صورت حال کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس لیے میں نے ''عہدِ سرسید میں سوانح نگاری کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کو اپنے تحقیقی مقالے کا موضوع منتخب کیا ہے۔ یہ مقالہ درج ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب ''**سوانح نگاری کا فن**'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں سوانح نگاری کی تعریف، معانی، مفہوم اور خصوصیات کی وضاحت کی گئی ہے۔ یعنی اس باب میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ سوانح

نگاری کسے کہتے ہیں ؟،اچھی سوانح نگاری کی کیا شرائط ہیں ؟، یہ کس طرح کے واقعات کا مجموعہ ہوتی ہے؟،سوانح عمری کا ہیرو کیسا ہو؟،مواد کے حصول کے لیے کن کن ذرائع کا استعمال کیا جائے ؟،سوانح کا مصنف کس طرح اپنی ذمہ داریوں کو بہ خوبی انجام دے اور اس کو انجام دیتے وقت کس طرح کے اصولوں کو اختیار کرے۔ وہ ہیرو کی زندگی کے حالات وواقعات کو قاری کے سامنے کس طرح پیش کرے؟،اور اسے پیش کرنے سے قبل اس کی چھان بین کیسے کرے؟،وغیرہ۔اس کے علاوہ اس باب میں سوانح ،تاریخ اور خودنوشت کی مختصر تعریف کے ساتھ ان کے بنیادی فرق کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کے بعد پس منظر کے طور پر عربی وفارسی سوانح نگاری کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔اردو سوانح نگاری کے سلسلے میں دکن کے بعد شمالی ہند کے تذکروں اور دیگر سوانحی تصانیف کا ذکر اختصار کے ساتھ کرتے ہوئے حالی اور شبلی کی سوانح نگاری پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوسرا باب ''**سرسید اوران کے رفقا:ایک تعارف**''اس باب میں سرسید اوران کے رفقا کا تعارف پیش کیا گیا ہے اور علمی خدمات پر رشنی ڈالی گئی ہے۔

علی گڑھ تحریک بنیادی طور پر ایک اصلاحی تحریک تھی۔جس نے سیاسی،سماجی اور مذہبی زندگی کے علاوہ علم و ادب پر بھی اثر ڈالا۔ سرسید اس تحریک کے روحِ رواں تھے اور حاؔلی ،شبؔلی ،محسن الملک، وقارالملک، چراغ علی ،محمد حسین آزاد،مولوی نذیر احمد، ذکاءاللہ ان کے ہم نوا۔اس باب میں حالی اور شبلی کی ادبی خدمات کا اجمالی تعارف پیش کیا گیا ہے۔

تیسرا باب ''**عہدِ سرسید کے اہم سوانح نگار**''کے عنوان سے ہے۔اس باب میں حاؔلی ،شبؔلی اوران کے معاصرین کی سوانح عمریوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔اس دور کی تصانیف پر سرسید، حاؔلی ،شبلی،اور شرر کے اثرات زیادہ نظر آتے ہیں۔مذہبی موضوعات سرسید یا قدیم مذہبی مصنفین سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔تاریخی تصانیف پر زیادہ تر شبلی کا،علمی پر حالی کا،اور مجموعی قسم کے سوانحی موضوعات پر عبدالحلیم شرر اور دیگر مصنفین کے اثرات نظر آتے ہیں۔اس کے بعد عہدِ سرسید کی دیگر سوانح عمریوں پر ان کی نوعیت کے اعتبار سے تبصرہ کیا گیا ہے۔

چوتھا باب ''**حالی کی سوانح نگاری**'' کے عنوان سے ہے۔اس کے مطالعے سے اندازہ ہوگا کہ حالؔی اردو کے باضابطہ سوانح نگار ہیں، جنھوں نے جدید طرز کی سوانح کی بنیا دڈالی۔ان سے قبل اردو میں اس صنف کی طرف توجہ نہیں ہوئی تھی صرف سیرت پاک کے چند نمونے موجود تھے۔لیکن حالؔی نے حیاتِ سعدی، یادگارِ غالب اور حیاتِ جاوید جیسی سوانح عمریاں لکھ کر اس صنف کو متعارف کرایا۔اور اس طرح غیر افسانوی نثر میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔سوانح نگاری کے لیے جس پختہ خیالی، توازن، غیر جانبداری اور قطعیت کی ضرورت ہوتی ہے وہ حالؔی میں موجود تھی۔انھیں خوبیوں نے ان کی سوانحی کتب کو اردو ادب کا ایک قیمتی سرمایہ بنا دیا ہے۔اوران کا یہ کارنامہ نا قابلِ فراموش ہے کہ انھوں نے اردو میں سوانح نگاری کو فروغ دیا۔

اس باب میں حالؔی کی تینوں سوانحوں کا مفصل جائزہ بھی موجود ہے۔جس میں مصنف نے ہیرو کی شخصیت کو اس عہد اور ماحول کے تناظر میں سمجھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔کردار کے کارناموں پر زیادہ اہمیت دی ہے۔اور اپنی پوری توجہ متن پر مرکوز رکھی ہے۔اس باب میں حالی کے طریق کار کا احاطہ اور سوانح نگاری کی روایت میں ان کی حیثیت کا بھی تعین کیا گیا ہے۔

پانچواں باب ''**شبلی کی سوانح نگاری**'' ہے۔اس باب میں شبلی کی سوانح نگاری پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔لیکن اس سے قبل شبلی کی حیات اور خدمات کا اجمالی تعارف پیش کیا گیا ہے۔بعد میں ان کی سوانح نگاری کا جائزہ لیا گیا ہے۔المامون ، سیرۃ النعمان، حیاتِ خسرو، سعدی شیرازی، الفاروق، الغزالی، سوانح مولانا روم، اور سیرۃ النبی کے پیش نظر شبلی کی سوانح نگاری کی خصوصیات متعین کی گئی ہیں۔اور اُس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ شبلؔی کی ان سوانحی تصانیف سے ''ہیروز آف اسلام'' کی حیات وخدمات پر لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔اس باب کے مطالعے سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ شبلؔی نے جب ناموران اسلام سے متعلق لکھنا شروع کیا تو انھوں نے دو مقاصد کو پیشِ نظر رکھا۔ایک یہ کہ غدر کے بعد مسلمان جو سیاسی اور اقتصادی طور پر پوری طرح برباد ہو چکے تھے ایسے وقت میں شبلؔی نے ان کے اسلاف کے کارناموں کو پیش کر کے انھیں احساس کمتری سے باہر نکالنا چاہا۔دوسرا یہ کہ شبلؔی اردو زبان وادب کے

سرمائے میں اضافہ کرنا چاہتے تھے۔ اس باب کے آخر میں شبلی کی سوانح عمری کے اسلوب پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے۔

آخر میں ''**خلاصۂ کلام**'' کے عنوان سے مقالے کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس باب میں حالی و شبلی اور ان کے معاصرین کے بعد کی سوانح عمریوں کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔

عہدِ سرسید کو ہم اصلاح، استدلال اور مناظرے کی صدی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس دور میں ہر قسم کے ادب کی تخلیق اصلاحی اور افادی نقطۂ نظر سے کی جارہی تھی۔ اس میں نئی فکر کی بنیاد ڈالی جارہی تھی۔ سرسید کی کوششوں سے اردو ادب میں تبدیلی رونما ہوئی۔ اس کا دائرہ وسیع تر ہوگیا۔ اس میں ہر طرح کے مضامین لکھے جانے لگے۔ سرسید کی کتابوں، رسالوں اور تحریروں کے ذریعے اردو ادیبوں کے ذہن میں تبدیلی آئی۔ اور اِن ادیبوں نے سرسید کے افکار اور خیالات سے متاثر ہوکر علی گڑھ تحریک کے نام سے ایک دبستان کی بنیاد ڈال دی۔ اس تحریک کے زیر اثر جو کتابیں، رسالے اور مضامین شائع ہوئے وہ مسلمانوں کو پس ماندگی سے باہر نکالنے میں کافی مددگار ثابت ہوئے۔ اس کے علاوہ ادبی موضوعات پر بھی مستقل تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان میں سے ایک سوانح نگاری بھی ہے۔ جسے حالی اور شبلی کی وجہ سے اردو میں ایک باقاعدہ صنف کی حیثیت حاصل ہوئی۔ حالی نے اپنی سوانحی تصانیف کے ذریعے اردو سوانح نگاری میں ایک نئی راہ اختیار کی۔ جو بعد میں اردو سوانح نگاری اسی راستے پر چل پڑی۔ یہی وجہ ہے کہ حالی جدید اردو سوانح نگاری کے موجد قرار دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح شبلی نے بھی اپنی سوانح عمریوں سے اردو زبان وادب کے سرمائے میں اضافہ کیا ہے۔ ان کے بعد کے سوانح نگاروں نے بھی قابلِ قدر سوانح عمریاں مرتب کیں۔